مغرب اور اسلامی بنیاد پرست - مکالمے کی ضرورت(۳۸)

سامی جی ہیگر

۱۹۹۶ء کے ابتدائی مہینوں میں حماس کے دہشت گردوں کی طرف سے اسرائیل میں بم دھماکوں سے امن کے عمل کو سنگین خطرات لاحق ہو گئے ہیں۔ ان حملوں سے توجہ فوری طور پر نہ صرف علاقے میں سلامتی کے موضوع پر مرکوز ہوئی ہے' بلکہ زیادہ وسیع دائرے میں اس بات پر بھی کہ بنیاد پرستوں سے کیسے نبٹا جائے۔ موخر الذکر پہلو پر امریکی دانشوروں کی رائے تقسیم ہے۔ تاہم ان کا اصرار ہے کہ امریکہ اور مغربی ملکوں کو بنیاد پرستوں کے خلاف سخت موقف اختیار کرنا چاہیے۔ ان کے وزن میں دہشت گردوں کی سرگرمیاں بڑھنے سے اضافہ ہوا ہے۔ اس نقطۂ نظر کے ایک سرکردہ حامی مشرق وسطیٰ کے ماہر ڈینئل پائپس ہیں' جو اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ تمام بنیاد پرست خطرناک ہیں اور انہوں نے امریکی حکومت پر زور دیا ہے کہ وہ ایک ایسی پالیسی اختیار کرے' جس کے ذریعے اسلامی ملکوں میں بنیاد پرست اپوزیشن گروپ برسراقتدار نہ آ سکیں۔

پائپس' فلسطینی' مصری اور الجزائری بنیاد پرست تحریکوں کے ساتھ کلنٹن انتظامیہ کے مکالمے کی شدت سے مخالفت کرتے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ یہ پالیسی "اپوزیشن میں موجود بنیاد پرستوں کے بارے میں خوفناک حد تک گمراہ کن نظریات پر مبنی ہے"۔ پائپس کے مطابق ان گروپوں کی طرف سے اقتدار پر قبضہ تباہ کن نتائج پر منتج ہو گا۔ اس میں اسرائیل کے وجود کے لیے خطرہ' خلیج کے علاقے میں سیاسی بدامنی' توانائی کی قیمتوں اور ہتھیاروں کی دوڑ میں اضافہ' بین الاقوامی دہشت گردی اور لامتناہی جنگوں کے خطرات شامل ہیں۔ مزید برآں یورپ کی طرف پناہ گزینوں کی وسیع پیمانے پر آمد سے فاشزم کے رجحان میں اضافہ ہو گا۔

پائپس کی رائے غلطی پر مبنی ہے۔ اسلامی بنیاد پرست اپوزیشن گروپوں کے بارے میں امریکہ کی سرکاری پالیسی بجا ہے اور اس نے سرد جنگ کے بعد بنیاد پرستوں کی مقبولیت میں اضافے سے نبٹنے کی درست حکمت عملی اختیار کی ہے۔ بنیاد پرستوں کے بارے میں پائپس کے بنیادی مفروضات ناقص ہیں۔ نتیجے کے طور پر اس سے اخذ کردہ فیصلے اور پالیسی سفارشات بھی نامناسب ہیں۔

بنیاد پرستی: سیکولر نظریہ یا مسیحائی تحریک؟

پائپس کا ابتدائی مفروضہ یہ ہے کہ بنیاد پرست اسلام ایک انقلابی مثالی تحریک ہے' جو اپنی روح کے اعتبار سے روایتی مذاہب کی بہ نسبت کمیونزم اور فاشزم سے زیادہ نزدیک ہے۔ وہ اسلامی بنیاد پرستی

کو مطلق العنان' انتہا پسند' انقلابی' جمہوریت مخالف' یہودیت مخالف اور مغرب مخالف قرار دیتے ہوئے مغربی تہذیب کے ساتھ اس کے بقائے باہمی کے امکانات کو مسترد کرتے ہیں۔ مختصراً" پائپس کی رائے میں بنیاد پرستی ایک ایسی تحریک ہے' جو براہ راست مغربی تہذیب کے بالمقابل کھڑی ہے اور وہ اس کی عالمی بالادستی کو چیلنج کر رہی ہے۔

پائپس کا مزید یہ کہنا ہے کہ اسلام نے بیسویں صدی کے روایتی مطلق العنان نظاموں' جیسے کمیونزم اور فاشزم کی جگہ لی ہے اور یہی اس وقت مغرب اور اس کی لبرل جمہوری روایات کے خلاف دنیا میں جاری تنازعہ کا ماخذ ہے۔ اب جبکہ دائیں اور بائیں بازو کے نظریات شکست سے دوچار ہو چکے ہیں' پائپس سیموئیل ہنٹنگٹن کے نظریے "تہذیبوں کا تصادم" کو ایک اہم تبدیلی کے ساتھ اپنانے کو تیار ہیں۔ ان کی ترمیم کے مطابق یہ مغرب اور روایتی اسلام نہیں' جیسے کہ ہنٹنگٹن نے خیال ظاہر کیا ہے' بلکہ مغرب اور بنیاد پرست اسلام ہیں' جو ایک دوسرے کے بالمقابل کھڑے ہیں۔

تاہم بنیاد پرست اسلام کے ساتھ کمیونزم اور فاشزم جیسے مطلق العنان نظریات کی مناسبت سطحی ہے۔ کمیونزم اور فاشزم سیکولر نظریات ہیں۔ اس کے برعکس بنیاد پرست اسلام ان مسیحانہ عیسائی تحریکوں کی طرح ہے' جو وقتاً" فوقتاً" یورپ میں قرون وسطیٰ سے ۱۸ ویں صدی تک برپا ہوتی رہیں۔ یوں اسلام کا تعلق دنیوی (سیاسی) اور روحانی (ماورائی) دونوں میدانوں سے ہے۔

عیسائیوں اور یہودیوں کی طرح مسلمانوں کے نظریے میں بھی یہ زندگی محض ایک سفر ہے' جس کی تکمیل آخرت کی زندگی ہے۔ اسلام سیاست اور مذہب میں تفریق نہیں کرتا۔ ریاست اور اس کے کارندے شریعت کے قوانین کے پابند ہیں۔ جبکہ سیکولر مطلق العنانیت میں کسی ایسی پابندی کا تصور نہیں ہے۔

اعتدال پسند بنیاد پرستوں کا کوئی وجود نہیں

بطور اپوزیشن اسلامی بنیاد پرستوں کے بارے میں امریکی پالیسی سے اختلاف کرتے ہوئے پائپس کہتے ہیں کہ یہ پالیسی جامعات کی سفارشات پر مبنی ہے۔ ان سفارشات میں بنیاد پرستی کے خطرے کو گھٹا کر پیش کیا گیا ہے۔ بلکہ مشرق وسطیٰ میں بنیاد پرستی کی فضا کو ایک مثبت جمہوری قوت قرار دیا گیا ہے۔ اس نقطۂ نظر کے حاملین میں سے ایک جان ایل پانیٹو ہیں' جن کی دلیل ہے کہ مغرب جس اسلامی خطرے کی بات کرتا ہے' وہ محض وہم ہے اور یہ کہ اسلام جمہوری اور سماجی و سیاسی تعدد کی حامی روایات سے متصادم نہیں ہے۔

اسی طرح ایک اور صاحب جان ولیمز کا مشورہ ہے کہ امریکہ "آگاہ رہے ..... (بنیاد پرست) ہمارے دشمن نہیں ہیں۔ بلکہ ہمارے ساتھی اور امکانی دوست ہیں' جن سے بات ہو سکتی ہے اور جنہیں

سمجھا بھی جا سکتا ہے"۔

اگرچہ پائپس اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ مختلف بنیاد پرست گروپوں میں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ تاہم وہ اس پر اکتفا کرتے ہیں کہ "اچھے اور برے بنیاد پرست کا تصور حقیقت میں بے بنیاد ہے ... ان میں سے ہر ایک موروثی طور پر انتہا پسند ہے"۔

عصر حاضر کی اسلامی بنیاد پرستی کے بنیادی خیالات کا جائزہ لیا جائے' تو پتہ چلتا ہے کہ ان کے ڈانڈے ۱۹ ویں اور ۲۰ ویں صدی کے مصلحین محمد عبدہ' جمال الدین افغانی اور محمد رشید رضا کے پیش کردہ تصورات سے جا ملتے ہیں۔ مسلم ثقافت' اقدار اور روایات کو اس وقت مغربیت سے جو چیلنج درپیش تھا' مذکورہ مصلحین کے نظریات یقیناً" استعماریت اور اسلامی دنیا میں اس کے تصورات کے جواب میں تھے۔ ماضی اور حال کے بنیاد پرست گروپوں میں قدر مشترک معاشرے میں شریعت کے مکمل نفاذ پر مکمل اتفاق ہے۔ تاہم بنیاد پرست گروپ اس بات پر اختلاف رکھتے ہیں کہ شریعت کی تعبیر کیا ہو اور اسے کس قدر سختی کے ساتھ نافذ کیا جائے۔

اسی طرح اخوان المسلمون نے معاشرے میں اسلام کی اخلاقی تعلیمات کے احیا کی کوشش کی ہے۔ تاہم انہوں نے انہیں جدید زندگی کے تقاضوں کے مطابق ڈھالا ہے۔ اخوان المسلمون کے نائب مرشد مصطفےٰ مشہور کے الفاظ میں "اخوان المسلمون الہامی دعوت کی تبلیغ کی کوشش کرتی ہے' ان کی کوئی دنیاوی خواہشات نہیں ہیں۔ اخوان المسلمون نے حکمرانوں کو چیلنج نہیں کیا ہے نہ ہی انہوں نے کسی حکمران کو مغلوب کرنے یا معطل کرنے کے لیے کبھی ہتھیار اٹھایا ہے"۔

دوسرا رجحان' جو حال ہی میں سامنے آیا ہے' اپنی نوعیت میں زیادہ تر سیاسی ہے۔ اسلامی بنیاد پرستی کی یہ وہ شاخ ہے' جس پر پائپس کی عمومیت سب سے زیادہ منطبق ہوتی ہے۔ ان میں اسلامی جہاد' اسلامی آرمی گروپ (جی آئی اے) اور حزب اللہ شامل ہیں۔ ان کا ایجنڈا بالعموم اسرائیلی قبضے سے آزادی اور مغرب کے سیاسی اور ثقافتی اثرات کی بیخ کنی ہے۔

مصر کے سید قطب کی تحریروں اور آیت اللہ خمینی کے اقدامات کے زیر اثر عصری بنیاد پرستی میں انتہا پسندانہ رجحان پیدا ہوا ہے۔ بلاشبہ ان کا نیا اعتقاد نئی بنیادوں پر معاشرے کی تعمیر نو کے لیے ایک مکمل انقلاب کا اعلان ہے۔ ان کے خیال میں دنیا اس وقت ایک ٹکراؤ کی حالت میں ہے۔ جس میں مسلمانوں کے لیے شیطانی قوتوں (امریکہ اور اس کے مغربی اتحادیوں) کے خلاف جہاد شروع کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔ چنانچہ وہ متحارب قوتوں کے درمیان کسی قسم کے سمجھوتے کے امکانات کو مسترد کرتے ہیں اور انہیں یقین ہے کہ ان کی جدوجہد اسلام کی فتح پر منتج ہو گی۔

اسلام اور ترقی

مغربی دنیا میں اسلام اور بنیاد پرستی کے بارے میں منفی تصویر پر بہت سے مسلمانوں کو تشویش ہے۔ ان میں بعض سرکردہ اسلامی بنیاد پرستوں نے اسلام کو اچھے انداز میں پیش کرنے کی کوشش شروع کر دی ہے۔ اسلامی بنیاد پرستی کے ایک سرکردہ مناظر' جن کا پوری اسلامی دنیا میں اثر و نفوذ ہے' مغربی تعلیم یافتہ ڈاکٹر حسن الترابی ہیں' جو سوڈان کی نیشنل اسلامک فرنٹ کے سرکردہ راہنماؤں میں سے ہیں۔

ان کے خیالات کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ تاریخ دائرے کی صورت میں چلتی ہے۔ صرف قومیں اور تہذیبیں ہی نہیں' بلکہ نظریات بھی وقت کی طویل شاہراہ پر دائرے کی صورت میں سفر کرتے ہیں۔ چنانچہ لبرل ازم' کیمونزم اور نیشنلزم کے غیر ملکی نظریات کی جگہ اب اسلام لے گا۔ اسلام مسلمانوں میں احیا کے عمل سے گزر رہا ہے۔ حسن الترابی کا اسلام اور اسلامی حکومت کا تصور اپنے لب و لہجے میں تخلیقی' مدلل اور جدید وضع کا ہے۔ وہ معاشرے میں عورت اور مرد کے برابر کے کردار کی حمایت کرتے ہیں۔ وہ دہشت گردی اور تشدد کی مذمت کرتے ہیں اور توحید پرست مذاہب کے درمیان مکالمے کی حمایت کرتے ہیں۔

اکتوبر ۱۹۹۴ء میں بیروت میں مسلم اسکالرز کی ایک "قومی اسلامی کانفرنس" منعقد ہوئی۔ جس کے اختتام پر ایک کمیٹی نے عصری موضوعات پر بہت سے مسلم اسکالرز کے خیالات پر مبنی ایک اعلامیہ جاری کیا۔ ان خیالات میں سے ایک جو اس دستاویز میں شامل تھا' معاصر دور کی ضروریات کا سامنا کرنے کے لیے اجتہاد کی ضرورت کو تسلیم کرنے کا اصول تھا۔ اصول میں کہا گیا ہے کہ اسلامی قوم کو ماضی کی تقلید کے ذریعے جمود کا شکار ہونے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

مغرب اور اس کی تہذیب کے حوالے سے دستاویز میں اعلان کیا گیا کہ اسلام پسند اپنے نظریے' ثقافت اور روایات کی بنیاد پر تعددیت میں یقین رکھتے ہیں اور سیاسی تعدد کی طرح وہ دیگر ثقافتوں اور روایات کا احترام کرتے ہیں۔ اعلامیہ میں مغرب کے ساتھ باہمی دلچسپی کے امور پر تعمیری مکالمے کا مطالبہ کیا گیا اور اس میں دہشت گردی کی ہر قسم کی صورتوں کی مذمت کی گئی۔

اعتدال پسندی کا ثبوت

بدقسمتی سے حماس' اسلامی جہاد' حزب اللہ اور اسلامی آرمی گروپ (جی آئی اے) کی تشدد کی کارروائیوں میں سرکردہ اسلامی اسکالرز کے اعتدال پسندانہ بیانات دب کر رہ گئے ہیں۔ پالیسی غالباً کہیں گے کہ الفاظ کے مقابلے میں اقدامات زیادہ اہمیت رکھتے ہیں اور یہ کہ اعتدال پسندی کا قابل قبول واحد ثبوت یہ ہے کہ طویل عرصے تک دہشت گردی کا کوئی واقعہ رونما نہ ہو۔

چاہے مغربی سیاسی نظریات کے حق میں اسلام پسندوں کا زبانی جمع خرچ ان کے اعتدال پسند ہونے کا ثبوت نہ بھی ہو اور نہ ہی اس سے وہ لوگ بری الذمہ قرار پا سکیں' جو ماضی میں تشدد کے اقدامات کے مرتکب ہوئے یا وہ ان کے لیے ذمہ دار ٹھہرائے گئے' اس کے باوجود یہ بات واضح ہے کہ تحریک صحیح سمت میں ہے' جس کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہیے۔ اسلام پسند مغرب کی زبان سمجھتے ہیں اور مغرب کو ایسے لوگوں سے تعلق استوار کرنا چاہیے' جو سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے دہشت گردی اور تشدد کے بطور قانونی استعمال کی مذمت کرتے ہیں۔

اسلام کی پیش رفت

پاپس خود اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ "... اسلام کی طاقت بڑھ رہی ہے اور اس کے ممبران کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ حالیہ رجحان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ آنے والے وقتوں میں ایک قوت کے طور پر میدان میں رہے گا"۔ چونکہ اسلام ایک قوت ہے' مغرب کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ اسلام ازم کی سیاسی توانائی کا رخ پرامن اور تعمیری مقاصد کی جانب موڑنے کی کوشش کرے۔ ممکن ہے' مکالمہ غیر تعمیری ثابت ہو' پھر بھی اسے ایک موقع دیا جانا چاہیے۔

مغرب اور بنیاد پرست اسلام کے درمیان تصادم اس حقیقت میں مضمر ہے کہ اکثر بنیاد پرست تحریکیں نئے خطوط پر اپنے معاشروں کو استوار کرنا چاہتی ہیں' جو سٹیٹس کو کی موجودہ حالت' جس کی باگ ڈور زیادہ تر مغرب نواز' حکومتوں اور حکمرانوں کے ہاتھوں میں ہے' میں خلل ڈالنے کے مترادف ہے۔ "اعتدال پسند" اسلام پسند' جو مغرب کے سیاسی اور فلسفیانہ تصورات کو سمجھتے ہیں' تہذیبوں کے باہمی ادغام کی علامت ہیں۔ اس عمل کو روکنا مغرب کے مفاد میں نہیں ہے۔

اسلام کے بارے میں امریکہ کی پالیسی

سرد جنگ کے دور کے بعد کی بین الاقوامی ذمہ داریوں کا یہ احساس ہے' جس نے اسلام اور بنیاد پرستی کے بارے میں کلنٹن انتظامیہ کی پالیسیوں کی تشکیل کی ہے۔ امریکہ کی پوزیشن کا اعلان سب سے پہلے جون ۱۹۹۷ء میں مشرق وسطیٰ اور جنوبی ایشیا کے امور کے سیکرٹری اسٹیٹ ایڈورڈ پی جیر یجین نے کیا۔ اس وقت جنگ خلیج کے "سازشی" مفروضے گردش میں تھے۔ جذبات سے لبریز کسی ایسی فضا میں جیر یجین نے ان خدشات کو رفع کرنے کی کوشش کی اور واضح کیا کہ امریکی حکومت اسلام کو ایک اور "ازم" خیال نہیں کرتی' جس کا مغرب کو سامنا ہے یا وہ عالمی امن کے لیے خطرہ ہے۔ ہم اسلام کو بہت سی تاریخی و تہذیبی قوتوں میں سے ایک خیال کرتے ہیں' جنہوں نے ہماری ثقافت کو متاثر اور مالا مال کیا۔ اسلامی بنیاد پرست تحریکوں کے بارے میں ان کا کہنا تھا کہ "ہم ان تحریکوں کے پس پردہ کسی قسم

کی یک سنگی یا مربوط عالمی کوششوں کا کوئی سراغ نہیں پاتے"۔

۱۳ ماہ بعد خارجہ امور کی کمیٹی کے سامنے جیریجین نے اس موضوع پر کلنٹن انتظامیہ کی پوزیشن بیان کی اور انتہا پسند گروپوں اور ایران اور سوڈان کی ریڈیکل حکومتوں کے درمیان تعلق پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ "ہماری لڑائی انتہا پسندی کے ساتھ ہے' چاہے وہ مذہبی ہے یا سیکولر لبادے میں ملفوف ہے"۔

امریکہ دنیا کے بڑے مذاہب میں سے ایک کے طور پر اسلام کا احترام کرتا ہے اور وہ لوگوں کے حق کا اعتراف کرتا ہے کہ انہیں اپنے سیاسی' سماجی اور اقتصادی حالات کی اصلاح کی خواہش اور اس کے لیے کام کا حق حاصل ہے۔ مزید برآں امریکہ کی ترجیح اور مشورہ ہے کہ سماجی' اقتصادی اور سیاسی تبدیلی پر امن ہو اور اس طرز پر ہو کہ اس میں مزید تبدیلی کے لیے بعد کے مطالبات کا دروازہ بند نہ ہو۔

متعدد اسلامی بنیاد پرست راہنماؤں کے بیان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ پرامن تبدیلی کے خواہشمند ہیں' جس میں جمہوریت' قانون کی حکمرانی' اقلیتوں کے حقوق' آزادی اظہار اور سیاسی شرکت کے وسیع تر اصولوں کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔ ایسے افراد کے ساتھ مکالمے میں امریکہ کے لیے نقصان کی کوئی بات نہیں۔ اگر پاپس کا کہنا بجا ہے کہ اسلامی بنیاد پرستی ایک ایسی صورت حال ہے' جس کی مقبولیت مسلم دنیا میں بڑھ رہی ہے' تو اس کے ساتھ اس قسم کا مکالمہ ناگزیر ہے۔

(سامی جی ہیگر یو ایس آرمی وار کالج کیرسل بیرکس فلاڈلفیا میں قومی سلامتی اور حربی شعبہ کے پروفیسر اور مشرق وسطیٰ کے پروگرام کے ڈائریکٹر ہیں۔ وہ سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات میں امریکہ کی اطلاعاتی ایجنسی کے خارجہ شعبہ کے افسر رہے ہیں۔ وہ یونیورسٹی وائی اومنگ میں ۲۰ سال تک پولٹیکل سائنس کے پروفیسر رہے۔ وہ بیروت میں امریکی یونیورسٹی بیروت کے گریجویٹ اور یونیورسٹی آف میسوری کولمبیا سے پی ایچ ڈی ہیں)

(تلخیص' سجاول خان رانجھا)